حضرت میاں میر بالا پیر قادری

حافظ عباد اللہ فاروقی ایم۔اے

حضرت میاں میرؒ بالا پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا اسم گرامی میر محمد ہے ،
الدِ بزرگوار کا اسم گرامی قاضی سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب
ٹھائیسویں پشت میں حضرت فاروقِ اعظم رضؓ سے ملتا ہے۔ والدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا جو قاضی
قادنؒ کی بیٹی تھیں۔ حضرت کی والدہ اپنے وقت کی رابعہ تھیں آپ کے چار بھائی ——
قاضی بولن ، قاضی عثمان ، قاضی طاہر اور قاضی محمد تھے۔ دو ہمشیرگاں بی بی جمال و بی بی بائی
تھیں۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت نے اپنی والدہ سے علم باطنی حاصل کرنا شروع کیا ، کیونکہ
بھی آپ کی عمر سات برس تھی کہ والد فوت ہو گئے۔ ابتدائی عمر ہی میں آپ پر عالم ملکوت
کے اسرار و رموز منکشف ہونے لگے۔ آپ میاں جیو بھی کہلاتے تھے۔

مولد و تاریخ ولادت

حضرت میاں میر سیوستان میں جو ٹھٹہ اور بھکر کے مابین
واقع ہے ، پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف
ہے۔ داراشکوہ نے ایک جگہ "سکینۃ الاولیا" میں ۹۳۸ھ اور دوسرے مقام پر ۹۶۵ھ
ہی ہے۔ سفینۃ الاولیا میں ۹۵۷ھ لکھی ہے۔ چونکہ آپ کا ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو انتقال

برس عمر پاکر فوت ہونا صحیح ہے اس لئے ۹۵۷ھ درست سال ولادت ہے ، داراشکوہ آپ کے سن وفات کے متعلق سکینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے :

"وبتاریخ ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ ہجری بروز سہ شنبہ بہ محلہ خافی پورہ ودر حجرہ کہ مسکن ایشان بود طاہر روح مطہر ایشان از قفس تقید وجود ہوتی خلاص یافتہ بعالم اطلاق لاہوتی کہ وطن آن بود شتافت وقطرہ بحر شد" (سکینۃ الاولیا)

جان ، اسے سبحان اور سیّد محمد لطیف کے نزدیک بھی آپ کا سن ولادت ۹۳۸ھ ہے۔

چونکہ آپ بہت ذہین اور محنتی تھے اس لئے نسبتہً ایک قلیل وقفہ مدت ہی میں عالم ہو گئے اور سندِ فضیلت حاصل کرلی۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد آپ مجاہدہ وریاضت کے لئے کوہستان اور سیوستان چلے گئے ۔ غوث وقت حضرت شیخ خضر کی خدمت میں حاضر ہوئے ، انہوں نے آپ کی تعلیم شروع کردی ۔ ایک مدّت تک آپ ان کی خدمت میں رہ کر مجاہدات و ریاضات کرتے رہے اور ان کی توجہ سے مرتبۂ کمال پر فائز ہو گئے جب مرشدِ گرامی نے آپ کو مطلع الانوار بنا دیا تو خرقۂ خلافت عطا کرکے ۲۵ برس کی عمر میں آپ کو لاہور متعین کردیا ۔ یہاں آکر مساجد میں قیام فرمایا ۔ عہد اکبری تھا ، اس وقت کے عالم مولانا سعد اللہ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے ۔ ان دنوں آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ دن کے وقت لاہور کے بزرگوں کی زیارت کو چلے جاتے ، جہاں لوگوں کا گزر نہ ہوتا ۔ داراشکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں وہ مقامات درج کئے ہیں جہاں آپ وقتاً فوقتاً فروکش ہوتے تھے ، مثلاً مزارات بی بیاں پاکدامن باغ و مقبرہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی متوفی ۹۱۰ھ وغیرہ ۔ رات کو حجرے کا دروازہ بند کرکے جاگا کرتے تھے ، کسی کو اپنے ساتھ نہ رکھتے ، قبلہ رُخ بیٹھتے ، اور اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

کسے کو غافل از حق یک زماں است
درآں دم کافر است اما نہاں است

کزیں غفلت بجاں پیوستہ بودے　　دراسلام بروے بستہ بودے

کئی برس تک نہیں سوئے۔ میاں محمد مراد مفتی کا کہنا ہے، چند سال تک پوری رات صرف ایک سانس لے کر گزار دیتے۔ جب عمر زیادہ ہو گئی تو چار مرتبہ سانس لیتے تھے۔ یہاں لوگوں کو آپ کے روحانی مرتبہ کا علم ہوا تو آپ سرہند چلے گئے، یہاں تنہا تھے وجع المفاصل (جوڑوں کے درد) میں مبتلا ہو گئے۔ ایام بیماری میں حاجی نعمت اللہ سرہندی نے خدمت کرنا سعادت سمجھا۔ ایک سال سرہند میں بسر کر کے آپ واپس لاہور تشریف لے آئے اور محلہ خافی پورہ میں سکونت اختیار کی اور تا دم آخر یہیں رہے۔

جہانگیر بزرگوں کی زیارت کا بڑا شائق تھا۔ چنانچہ چودھویں سن جلوس کے واقعات میں جو ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں ہوئے اس نے تین بزرگوں کے متعلق اپنے تاثرات درج تزک جہانگیری کئے ہیں۔ (الف) حضرت شیخ احمد سرہندی کے متعلق۔ (ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے متعلق (ج) حضرت میاں میر عرف جیو کی نسبت، متوخر الذکر کی نسبت جو جہانگیر نے لکھا ہے، سپرد قلم کیا جاتا ہے:

"چوں بعرض رسید کہ در لاہور میاں شیخ محمد میر نام درویشے است سندی الاصل بغایت فاضل و مرتاض و مبارک نفس و صاحب حال و در گوشۂ توکل و عزلت گشتہ۔ از فقر غنی واز دنیا مستغنی نشستہ است بنابریں خاطر حق طلب بے ملاقات ایشان قرار نہ گیرد ' و بدیدن ایشاں رغبت افزود۔ بہ لاہور رفتن متعذرم۔ رقعہ بخدمت ایشاں نوشتہ، شوق باطن را اظہار ساختم۔ وآں عزیز باوجود کبرسن و ضعف بینہ تصدیعہ کشیدہ تشریف آورد۔ ومدت ممتد تنہا با ایشاں نشستہ صحبت متولے داشتہ شد۔ الحق ذات شریف است و دریں عہد بغایت غنیمت وعزیز الوجود۔ من زنیاز مندی از خود برآمدہ با ایشاں صحبت داشت و بسا سخنان بلند از حقائق و معارف استماع افتاد۔ ہر چند خواستم نیازے

بگزرانم چوں پایۂ ہمت ایشان ازاں عالی یافتم ۔ خاطر باظہار ایں مطلب رخصت نہ داد ۔ پوست آہوئے سفید بجہت جائے نماز بایشاں گزرانیدم فی الفور وداع شدہ بہ لاہور تشریف بردند۔" (تزک جہانگیری)

غرض جہانگیر بادشاہ نے اپنی تزک میں لکھا ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت میاں میرؒ ایک خدارسیدہ بزرگ ہیں، اس لئے ان کی زیارت کا شوق ہوا چونکہ مجھے امورات دنیوی میں فرصت نہیں تھی ، اس لئے آپ کی خدمت میں تشریف آوری کے لئے التماس کیا چنانچہ آپ اولوالامر کی اطاعت کا پاس کرتے ہوئے جہانگیر کے پاس پہنچ گئے، بادشاہ لکھتا ہے کہ میں نے آپ کی حالت استغنا کا مشاہدہ کر کے کچھ نذر کرنے کی جرأت کی ، صرف ایک سفید ہرن کے چمڑے کی جانماز پیش کی جو آپ نے قبول کر لی اور فوراً لاہور روانہ ہو گئے ۔

داراشکوہ سکینۃ الاولیا میں رقمطراز ہے کہ جہانگیر آپ کی روحانیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ حضرت سے عرض کی " سلطنت کا زر و مال اور جواہر میرے لئے اب اینٹ اور پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ۔ اگر آپ توجہ فرمائیں تو میں دنیاوی تعلقات کو قطع کر دوں ۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا آپ کی نگاہ میں پتھر اور جواہر یکساں ہیں یہ صوفی کا مقام ہے ۔ آپ کا وجود خلق اللہ کی پاسبانی کے لئے ہے اور عدل جہانگیری کے باعث فقیر بھی دل جمعی سے ذکرِ حق میں مشغول ہیں ۔ جہانگیر نے اصرار کیا تو حضرت نے تلقین کی ۔ پہلے اپنی صفات کا حامل جانشین مقرر کر لیجئے پھر دنیا سے قطع تعلق کی اجازت ہو گی — شہنشاہ نے درخواست کی کہ کسی چیز کی خواہش کریں حضرت نے صرف رخصت کی اجازت چاہی ۔ جہانگیر نے دو مرتبہ اپنے ہاتھ سے نیاز نامے لکھے اور حضرت کی خدمت میں روانہ کر کے حاضری کی آرزو کی — ایک رقعہ میں لکھا — " بہ عرض حضرت پیر دستگیر شیخ میرؒ — ازیں نیازمند بارگاہ الٰہی جہانگیر بعد از عرضِ دعا التماس یہ ہے کہ دعا کے وقت کبھی کبھی بندہ کو بھی یاد فرمایا کریں"—

دیگر خطوط میں اپنے عجز و ارادت کا اظہار اس شعر سے کرتے رہے ؎

جسم من این جا و جاں در کوئے دوست
خلق را وہم کہ جاں در قالب است

جہانگیر وفات پاگئے تو شاہجہان حضرت میاں میرؒ کے آستانہ پر دو مرتبہ حاضر ہوئے۔ شاہجہان کہا کرتے تھے جب حضرت کے حجرے میں داخل ہوا تو آپ نے فرمایا۔ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبرگیری کرنی چاہیے اور اپنی تمام ہمت اپنی مملکت کے آباد کرنے پر صرف کردینی چاہیے کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو سپاہ مطمئن اور خزانہ پر ہوگا۔ اورنگ زیب کے بھائی داراشکوہ اپنے والد گرامی کی معیت میں حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے، سکینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں:

"۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ سوموار آخر شب حضرت کی توجہ سے مجھ پر ایسی واردات ہوئی، جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ سلطان الاذکار کی سعادت پائی۔"

داراشکوہ نے اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں جو اس نے پچیس برس کے سن میں ۱۰۴۹ھ میں تصنیف کی حضرت میاں میرؒ کی زندگی کا خلاصہ درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

"حضرت ایشاں (حضرت میاں میرؒ) ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں اقامت گزیں رہے۔ عام و خاص کا روئے ارادت آپ کی طرف تھا۔ سلسلۂ قادریہ کے بزرگ تھے اور حضرت غوث اعظمؒ (سید عبدالقادر جیلانی) کا نام بے وضو زبان پر نہ لاتے تھے ترک و تجرید، فقر و فنا اور توکل و قناعت پر اپنے وقت کے سب بندگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ رات دن یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ ایک وزیر نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ جب آپ خوش وقت ہوں تو مجھے بھی خاطر میں لائیں اور دعا کریں۔ فرمایا۔" اس وقت پر خاک پڑے جب غیر اللہ کی یاد آئے۔" آپ کا طریق سنت اور شرع کے مطابق تھا۔ کسی حالت میں بھی کوئی بات خلاف شرع نہیں کرتے تھے، آپ طریقت میں جنید وقت تھے، کسی کو کم ہی مرید کرتے تھے اور جسے کرتے تھے اسے بدرجہ کمال پہنچا دیتے تھے۔ آپ کے خلوت کا یہ عالم تھا کہ مرید کا لفظ زبان پر نہیں لاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے دوستوں کو بلاؤ۔ بادشاہوں اور امیروں سے نذر قبول نہیں کرتے

تھے، آپ کے کلام پر وعظ و نصیحت کا رنگ غالب ہوتا تھا۔ اکثر برجستہ اشعار پڑھتے تھے اور ترک دنیا آپ کا معمول تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ تارک وہ ہے جو کسی شے کی خواہش نہ رکھے۔ جس طرح بال برابر بھی پلیدی رہ جانے سے جسم ناپاک ہی رہتا اسی طرح دل بھی پاک نہیں ہوتا، جب اس میں ماسوی اللہ کا خیال آئے اس پر یہ بیت پڑھتے تھے ؎

شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست
ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن

داراشکوہ کا رفع مرض داراشکوہ بیان کرتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ مجھ پر خاص توجہ اور عنایت فرماتے تھے۔ میری عمر بیس برس کی تھی کہ ایسا مرض لاحق ہوا، جس کے علاج سے طبیب عاجز رہ گئے۔ شاہجہاں آپ کے ہاں حاضر ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ طبیب اس کے علاج سے عاجز ہیں توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شفا بخشے، آپ نے ایک پیالہ منگایا اور دعا پڑھ کر اس پر دم کیا اور مجھ فقیر کو دیا، میں نے وہ پانی پیا تو اسی ہفتہ میں مجھے شفا ہو گئی اور بیماری جاتی رہی۔

سفینۃ الاولیا میں داراشکوہ یہ لکھ کر بیان ختم کرتا ہے کہ چونکہ میں اس سے پہلے سکینۃ الاولیا میں حضرتؒ کے اور مریدوں کے حالات مفصل لکھ چکا ہوں۔ اس لئے یہاں اتنا لکھنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔

حضرت میاں میرؒ کا لباس فقیروں اور درویشوں کے مشابہ نہیں تھا۔ خرقہ اور مرقع نہیں پہنتے تھے۔ ارزاں کپڑے کی پگڑی اور گاڑھے کا کرتا زیب تن ہوتا تھا، جب لباس میلا ہو جاتا خود اپنے ہاتھ سے دریا پر جا کر صاف کرتے۔ فرماتے تھے لباس اس قسم کا ہونا چاہئے کہ کوئی شخص پہچان نہ سکے یہ فقیر ہے یا نہیں۔ گھر کا فرش پرانے بوریئے کا تھا۔ کسی دنیاوی چیز سے وابستگی نہیں تھی۔ اکثر کہا کرتے تھے۔ وفات کے بعد مجھے نشیبی زمین میں دفن کرنا تاکہ میری ہڈیوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہے اور نہ ہی

قبر کی صورت بنانا کہ ؎

صورت قبر از بعد مرگ ویران خوشتر است
نسبتی مانند من با خاک یکساں خوشتر است

بعض اصحاب کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ میری ہڈیوں کو نہ بیچنا اور میری قبر پر دوسروں کی طرح دکان نہ بنا لینا۔ اور شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ کے اس قول کو اکثر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ "صوفی وہ شخص ہوتا ہے جو نہ ہو" اور اس پر اور الفاظ بڑھایا کرتے کہ اگر ہو تو بھی نہ ہو۔"

منازلِ سلوک کے متعلق فرماتے تھے۔ انسان تین چیزوں نفس، دل اور روح کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے، چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے، دل کی طریقت سے اور رُوح کی حقیقت سے۔

داراشکوہ رقمطراز ہے کہ حضرت میاں جیو (حضرت میاں میرؒ) سماع کے قائل تھے۔ اور ہندی راگ کو اچھی طرح سے سمجھتے اور اس سے خوش ہوا کرتے تھے۔ سماع کے وقت شرع شریف کی متابعت اور اپنے حوصلہ کی وسعت کی وجہ سے وجد ورقص نہیں فرماتے تھے۔ اور وقار و تمکنت کی وجہ سے آپ سے کوئی حرکت ظہور میں نہ آتی تھی۔ ایک مرتبہ جب آپ سے سماع اور وجد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار پڑھے ؎

بگویم سماع اے برادر کہ چیست مگر مستمع را بدانم کہ کیست!
گر از برج معنی بود طیر او فرشتہ فرو ماند از سیرِ او
وگر مرد لہو است و بازی و لاغ قوی تر شود لہوش اندر دماغ

یعنی "اے بھائی سماع کی بات بتانے سے پہلے مجھے یہ جاننا ضرور ہے کہ اس کا سننے والا کون ہے۔ اگر وہ اہل دل ہے اور رمز آشنا۔ تو اس کی پرواز فرشتوں سے بڑی ہوتی ہے۔ اگر وہ لہو ولعب اور کھیل کود کا دلدادہ ہے تو سماع سے اس کی حالت خراب تر ہو جائے گی۔"

داراشکوہ اس ضمن میں بیان کرتا ہے کہ حضرت میاں میرؒ نغمہ سنا کرتے لیکن وجد نہیں کرتے تھے۔ ہاں ملّا شاہ بدخشانیؒ ماوراء النہر کے طریق پر فارسی میں نغمہ آرائی کیا کرتے، اور بے خودی کی حالت میں وجد بھی کرتے۔

حضرت میاں میرؒ اپنے حسن خلق کی وجہ سے مشہور اور ہر دلعزیز تھے۔ بقول داراشکوہ "اگر خلق کسی مرد کی صورت میں ہوتا تو حضرت میاں جیو کی صورت میں ہوتا۔"

فرمایا کرتے تھے کہ — سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے۔ اور جب کوشش سے شریعت میں مستحکم ہو جائے تو اس کی برکت سے طریقت کی خواہش خود بخود پیدا ہو جائے گی اور جب طریقت کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کر سکے گا تو اللہ تعالیٰ بشریت کے حجاب اس کے دل سے دور کر دیں گے اور حقیقت کے معنیٰ اس پر منکشف ہو جائیں گے۔

آپ کا وصال

لاہور میں قیام کے ساٹھ برس گزر گئے تو اسہال کا عارضہ ہوا پانچ روز تک علیل رہے۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ میں محلہ خواجہ پورہ میں وفات پائی۔ داراشکوہ کی ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک سو سات برس عمر پائی۔ بعض لوگ ستانوے برس کی عمر بھی بتاتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اٹھاسی برس کی عمر زیادہ قرین قیاس ہے۔

ایک روز حاکم لاہور وزیر خاں عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا واپس چلا جائے۔ لیکن یہ معلوم کرکے کہ عیادت کے لئے آیا ہے اجازت دے دی۔ وزیر خان نے عرض کیا کہ ایک طبیب حاذق لایا ہوں۔ جواب دیا "حکیم مطلق ہی کافی ہے۔" وصیت کے مطابق آپ کو موجودہ مقام پیران کے یاروں کے پاس دفن کیا گیا۔

آپ کے مریدوں کے نام یہ ہیں:-

(۱) حاجی نعمت اللہ سرہندی (۲) شیخ نتھا (۳) شیخ اسمٰعیل (۴) ملا خواجہ کلاں، (۵) میاں حامد (۶) حضرت میاں عبدالغفور دانشمند (۷) حاجی صالح (۸) ملا شاہ، (۹) ملا خواجہ بہاری (۱۰) شیخ احمد ستامی (۱۱) اور شیخ احمد بریلوی، جو سلسلہ قادریہ کے

بہترین مشائخ وقت گذرے ہیں۔ چونکہ آپ کا سلسلۂ سلوک بہت مشکل تھا اس لئے آپ نے مریدوں کا حلقہ زیادہ وسیع نہ ہونے دیا۔ آپ کے برعکس حضرت شاہ ابوالمعالیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ رہی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جن کے پاس چاروں سلسلوں کے خرقے تھے' کے مریدوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ علاوہ ہندوستان کے آپ کے مرید کثیر تعداد میں افغانستان اور ماوراءالنہر کے علاقوں میں بھی پھیل چکے تھے، آپ کی تصانیف بھی تھیں، اسی طرح حضرت شاہ ابوالمعالی کی بھی بے شمار تصانیف تھیں۔ لیکن حضرت میاں میرؒ نے زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ آپ کے تعلقات بادشاہوں کے ساتھ نہایت خوشگوار رہے۔

مکتوبات حضرت میاں میرؒ بنام داراشکوہ

(۱) دولت دیدار نصیب،

"مجھے تمہاری عقل وشعور پہ بھروسہ ہے اور میرا دل مطمئن ہے۔ اگر ذات پاک جلّ واعلیٰ کی بارگاہ کی شان وبزرگی مدنظر رکھو تو ممکن ہے غفلت جو عیش وسرور کو بنیاد سے کھو دینے والی ہے نزدیک نہ پھٹکے۔"

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:-

(۲) دولت دیدار نصیب،

"مجھ دیوانے کو جو گفتگو کی وادی میں لائے ہو، اس واسطے مجبوراً اس وادی کی نسبت کچھ بیان کرتا ہوں۔ میں خود اس عالم سے گفتگو چھوڑنا چاہتا ہوں اور بہانہ ڈھونڈتا ہوں اور دوسرے یہ کہ اہل ہمت سے قرض لے کر خرچ کرو۔"

(۳) دولت دیدار نصیب،

"وہی مددگار ہے، جس حالت میں ہو اللہ کی یاد میں رہو۔ صاحب دل کے دل میں کب کوئی خطرہ آسکتا ہے۔ اگر دل عارف کا دل ہے تو خاطر جمع ہے کہ وہ

بے خطر ہے۔ جس حالت میں ہو اپنے کام میں مضبوط رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجازی کاموں میں بھی با اثر کرے گا۔

(۴) دولت دیدار نصیب ،

شریعت کا ایک مرتبہ ایسا بھی ہے جو نہایت ہی بلند ہے اور جس سے مراد توحید ذات الٰہی اور معرفت شہود الٰہی ہے، یہ منصب اس کے خواصوں، یعنی انبیاء اور اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے قدم کو شریعت کہتے ہیں جس پر اہل ظاہر کاربند ہیں اور اسی میں رہتے ہیں۔ دوسرا قدم طریقت ہے جس پر اہل سلوک کاربند ہیں، تیسرے قدم کو حقیقت کہتے ہیں یعنی اہل تحقیق کی راہ جو اس پر چل کر اس صاحب حقیقی یعنی اپنے مطالب اور مرادوں کی انتہا کو پہنچتے ہیں۔ ہم فقیروں کا مشرب اسی مطلب اعلیٰ کو پہنچتا ہے۔

(۵) دولت دیدار نصیب ،

"میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ اپنے عزیز بھائی کی بہت قدر کرنا۔ اگر اس کا وجود نہ ہوتا تو تجھے یہ دولت وسعادت نصیب نہ ہوتی اللہ تعالیٰ کو پہچانو اور اپنے مرتبہ کا خیال رکھو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بہشت ہے اور اس کی دوری دوزخ ہے۔ جو خدا سے دور رہا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔"

حضرت میاں میرؒ کا مجموعۂ کلام جو غزلیات اور مثنویات اور رباعیات پر مشتمل ہے، حقائق ومعارف کا خزینہ ہے۔ اپنا تخلص "شاہ" کرتے تھے۔ ایک قصیدہ کے اشعار یہ ہیں ؎

لفظ معنیٰ گردد و معنیٰ بہ لفظ آید ترا — چشم معنیٰ بیں شود ہر گاہ با لفظ آشنا
از سر ہر چشمہ بگزر چشم با چشمہ بدوز — بحر شو تا با تو باشد چشمہا را چشمہا
آتش ما سوخت عالم را و خاکستر نہ شد — آتش ما را نہ باشد ہیچ گہ روئے فنا
عاشقم نے عارفم نے جزو نے کل نے جسم — ہستی مطلق کہ شد ارض و سمائے ما فیہا

غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

نہ چراغیست دریں خانۂ ویرانۂ ما روشن از آتش عشق تو شدہ خانۂ ما
آرے ایں راست کہ مرغیم و سی مرغیم دام ما تا چہ بود، تا چہ بود دانۂ ما
عارف عداں اگر ز ملامت سلامت است یعنی ملامت رہ عرفاں سلامت است
عارف رسے کہ جانب وحدت رساند ماند تو آنجا گزر نہ کرد کہ جائے اقامت است

حضرت صاحب کی رباعیاں اس انداز میں تھیں سے

از شش جہتم روئے نمودی آخر از ہر طرفے دلم ربودی آخر
بیروں و دروں جلوہ گری می دیدم بر تحقیق آمدم و تو بودی آخر

درگاہ حضرت میاں میرؒ اور گرد و پیش مزارات

شہزادہ داراشکوہ کے بیان کے مطابق حضرت میاں میرؒ کا مزار موضع عالم گنج اور دارا پور کے مضافات میں واقع ہے۔ لیکن آج کل ان دونوں بستیوں کے نام و نشاں تک نہیں ملتے۔

ملّا عبدالحمید لاہوری بادشاہنامہ میں رقمطراز ہیں:

"قبر گرامیش در موضع غیاث پور ست نزد بعالم گنج دارالسلطنت لاہور"

آج کل غیاث پور کا نام بھی مٹ چکا ہے اور اس علاقہ کو 'میانمیر' کہا جاتا ہے۔

سید محمد لطیف، سشن جج لاہور رقمطراز ہیں کہ شاہزادہ داراشکوہ نے اپنے پیر ملّا بدخشی کا مزار بنوایا تھا اور حضرت میاں میرؒ کے مزار پر ابھی تعمیر شروع کی تھی کہ وہ اپنے بھائی اورنگ زیب کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ ملّا شاہ بدخشی کے مزار پر جو قیمتی پتھر لگائے گئے تھے وہ رنجیت سنگھ اتار کر امرتسر لے گیا۔ حضرت میاں میرؒ کے مزار کا نچلا حصّہ اور جنوب کی جانب مسجد، داراشکوہ کی تعمیر کردہ ہے۔ بالائی حصّہ اورنگ زیب کا بنوایا ہوا ہے۔

غرض خانقاہ کی چار دیواری محیط ہے۔ داخلہ کے لئے جنوب کی طرف دو دروازے ہیں اور شمال کی طرف ایک۔ روضہ عین وسط میں ہے۔ چھ سنگ مرمر کی سیڑھیاں اوپر

پہنچاتی ہیں۔ اس کا چبوترہ ہر طرف ½۱۰ قدم ہے۔ اس سے نصف رقبہ پر ہے، جس کی دیواریں سوا پانچ پانچ قدم طویل ہیں۔ چبوترے کے شمالی اور جنوبی سے سترہ سترہ قدم پر فاصلے کی دیواریں ہیں۔ مسجد جنوب کی طرف دس قدم پر ہے۔ اور جنوباً ۱۶ اور شرقاً غرباً دس قدم ہے۔ وضو کے لئے ایک سبیل شمال کی طرف پاس ہی میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ ہینڈ پمپ بھی لگا ہوا ہے۔ احاطہ کی غربی اور ج دیوار کے ساتھ حجرے ہیں اور مشرقی جانب سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں کا اور تمام قبریں ہیں۔ اکثر پر کتبے لگے ہیں۔ سجادہ نشین صاحب کے جھروکے دارلشہ اور زائرین و زائرات کے لئے الگ حجرے لکھ کر نمایاں کئے گئے ہیں۔[1]

روضہ کے داخلی دروازہ پر آپ کے مرید ملا فتح اللہ شاد کی تاریخ لکھی ہے۔

میاں میرؒ سر دفتر عارفاں — کہ خاک درش خاک اکسیر شد
سفر جانب شہر جاوید کرد — ازیں محنت آباد دلگیر شد
خرد بہر سال وفاتش نوشت — بفردوس والا میاں میرؒ شد
۱۰۴۵ھ

گرد و پیش مزارات حضرت میاں میرؒ کے مزار کے شرقی جانب داراشک نے ایک بارہ دری تعمیر کروائی تھی، جہاں اس کی ہمشیرہ نادرہ بیگم کا مزار ہے۔ ا کی وفات ۱۰۴۲ھ میں ہوئی جب کہ اس کی عمر گیارہ برس تھی۔ نادرہ گیارہ برس کی ع تک حضرت میاں میرؒ کی خدمت پر مامور رہی وہ ہر نماز سے پہلے پانی لا کر ان کا وض کراتی۔ ایک مرتبہ دوپہر کے بعد جب وہ حسب معمول وضو کرا رہی تھی تو حضرت نے فرمایا کہ اب تم جوان ہو گئی ہو اس لئے پردہ میں رہا کرو۔ نادرہ کو اس بات کا سخ صدمہ ہوا اور وہ جان بحق ہوئی۔ سید محمد لطیف لکھتے ہیں کہ یہ بارہ دری ایک تالا کے درمیان واقع تھی اور ایک پل گزرگاہ کے طور پر بنا تھا جس کے ذریعہ سے لوگ

---

[1] تاریخ جلیلہ ص ۱۷۲ مصنفہ غلام دستگیر نامی۔

وہاں تک پہنچتے تھے۔ مشرق کی جانب اس کا کچھ حصّہ باقی ہے۔ شمال اور جنوب کی جانب دروازے تھے[1]۔

شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے کہ نادرہ بیگم شہزادہ پرویز بن جہانگیر کی بیٹی تھی اس کی والدہ کا نام جہاں بیگم تھا۔ نادرہ بیگم کی شادی داراشکوہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ نادرہ بانو کے بطن سے داراشکوہ کے ہاں "جہاں زیب بانو" بیٹی پیدا ہوئی۔ جسے داراشکوہ کے قتل کے بعد اس کی پھوپھی جہاں آرا بیگم نے پرورش کی۔ نادرہ بیگم کی شادی بڑی دھوم دھام سے شاہجہان نے ۱۰۴۲ھ میں کی تھی[2]۔

راقم کو اس بارہ دری کو دیکھے ہوئے دو تین ماہ گزرے ہیں۔ یہ بارہ دری نہایت شکستہ حالت میں احاطہ درگاہ سے باہر مشرق کی طرف کھیتوں میں زبانِ حال سے اپنی ویرانی اور شکستہ حالی کا گلہ کر رہی ہے۔ مزار کی چھت یعنی گنبد اگرچہ موجود ہے لیکن اگر اس کی مرمّت نہ کی گئی تو عنقریب گر جائے گا۔ جو لوگ حضرت میاں میرؒ کے مزار پر آتے ہیں انہیں بارہ دری تک پہنچنے میں کافی دشواری کا سامنا ہوتا ہے، کھیتوں میں سے گزر کر وہاں جانا پڑتا ہے۔ امید ہے محکمۂ اوقاف اس کی مرمّت کی طرف متوجہ ہوگا۔ اس حالت میں بھی اس بارہ دری کی عظمت کے مٹے ہوئے نشانات عہدِ رفتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں ؎

اینست ہماں ایواں کز نقش و نگارِ اُو
خاکِ درِ او بودے دیوارِ نگارستاں

مزارات ملّا شاہ بدخشانی اور خواجہ بہاریؒ

ملّا شاہ بدخشانی داراشکوہ کے مرید اور حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ تھے۔ ۱۰۷۲ھ

---

[1] ہسٹری آف لاہور۔ مصنفہ سید عبداللطیف صفحہ ۱۷۷ و تاریخ جلیلہ۔

[2] شاہجہان نامہ، جدید الطبع۔ صفحہ ۳۹۱ مطبوعہ ۲ کلب روڈ ادارہ ثقافت، لاہور۔

میں لاہور آکر حضرت میاں میرؒ کے مرید ہوئے اور تا عمر مجرد رہ کر ۱۰۵۱ھ میں فوت
ان کے مزار پر دارا شکوہ نے جو قیمتی پتھر لگوائے تھے وہ سب رنجیت سنگھ نے اتر

خواجہ بہاریؒ بھی حضرت میاں میرؒ کے مرید تھے۔ آپ کا روضہ حضرت میاں م
احاطۂ درگاہ کے باہر مغربی جانب بلند خشتی چبوترے پر واقع ہے۔ آپ کا س
غلام دستگیر نامی مرحوم کے بیان کے مطابق ۱۰۶۱ھ ہے۔ ان کے روضہ کے قیمتی
بھی رنجیت سنگھ کے فرانسیسی جرنیل نے اتار کر اپنی کوٹھی سجائی تھی۔ اس کے مغرب
ایک قدیم مسجد ہے، جسے اس علاقہ کے مسلمانوں نے اس کے تالاب سمیت مرمت
کرایا تھا۔ بادشاہ نامہ میں مذکور ہے کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

ان مزارات کے علاوہ مزار حاجی محمد صالح مرید حضرت میاں میرؒ روضہ حضرت
میاں میرؒ کے غربی جانب واقع ہے۔

مزار محمد شریف فرزند ہمشیرہ حضرت میاں میرؒ جمال خاتون۔ آپ حضرت
مزار کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کا سن وفات ۱۰۵۸ھ ہے۔

مزارِ ملا حامد گوجر، متوفی ۱۰۸۲ھ، روضۂ حضرت میاں میرؒ کے سامنے ہے
کے ساتھ ہی حضرت کے سجادہ نشینوں کے متعدد مزارات ہیں۔

گورستانِ اقربائے محمد شریف مرحوم متصل مقبرہ خواجہ بہاریؒ۔

مزارِ بی بی جمال بادی ہمشیرہ ثانی حضرت میاں میرؒ۔ یہ مزار حضرت ملا شا
کے مزار کے غربی جانب ہے۔

ان کے علاوہ مزاراتِ عیسٰی شاہ ولد سید سعید شاہ، سید عنایت شاہ
سید اکبر شاہ بن عیسٰی شاہ بھی اسی جگہ واقع ہیں۔ ان کے علاوہ مزارِ مسقف حور
بنت خواجہ حسن نظامی، متوفیہ ۱۳۶۵ھ بھی احاطۂ درگاہ کی آخری مشرقی جانب واقع